مولانا عبداللطیف مدنی
استاذ الحدیث جامعہ عربیہ چنیوٹ

(درسِ حدیث)

ایمان اور اسلام کی حقیقت

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ وَصْفِ جِبْرَئِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيْمَانَ وَالْإِسْلَامَ

۲۶۰۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْعَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيُّ نَاوَكِيْعٌ عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمُرَ قَالَ اَوَّلُ مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقَدَرِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ قَالَ خَرَجْتُ اَنَا وَحُمَيْدُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَتّٰى اَتَيْنَ الْمَدِيْنَةَ فَقُلْنَا لَوْ لَقِيْنَا رَجُلاً مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ عَمَّا اَحْدَثَ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ فَلَقِيْنَاهُ يَعْنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَهُوَ خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ فَاكْتَنَفْتُهُ اَنَا وَصَاحِبِي فَقُلْتُ يَااَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ قَوْمًا يَقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ وَيَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ وَيَزْعُمُوْنَ اَنْ لَا قَدَرَ وَاَنَّ الْاَمْرَ اُنِفٌ قَالَ فَاِذَا لَقِيْتَ اُولٰئِكَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنِّي مِنْهُمْ بَرِيْئٌ وَاَنَّهُمْ مِنِّي بُرَآءٌ وَالَّذِيْ يَحْلِفُ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا قُبِلَ ذٰلِكَ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ ثُمَّ اَنْشَاءَ يُحَدِّثُ فَقَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَلْزَقَ رُكْبَتَهٗ بِرُكْبَتِهٖ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مَا الْاِيْمَانُ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ فَمَا الْاِسْلَامُ قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَحَجُّ الْبَيْتِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ قَالَ فَمَا الْاِحْسَانُ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ فِيْ كُلِّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَهٗ صَدَقْتَ قَالَ فَتَعَجَّبْنَا مِنْهُ يَسْاَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ فَمَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَمَا اَمَارَتُهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ عُمَرُ فَلَقِيَنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ بِثَلَاثٍ فَقَالَ عُمَرُ هَلْ تَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ ذَاكَ جِبْرَئِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ اَمْرَ دِيْنِكُمْ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ نَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ كَهْمَسٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوُهٰذَا وَرُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحِيْحُ هُوَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

ترجمہ:

حضرت یحییٰ بن یعمرؒ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جس نے تقدیر کے بارے میں کلام کیا ہے وہ معبد جہنی ہے

پھر فرمانے لگے کہ میں اور حمید بن عبدالرحمٰن حمیری (مدینہ منورہ کے ارادے سے) نکلے۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ آ گئے۔ پس ہم نے کہا کہ اگر ہم کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کریں اور ان سے اس بات کے متعلق دریافت کریں جو اس قوم نے نئی بات نکالی ہے (تو بہتر ہو) تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ملاقات ہوئی جب کہ وہ مسجد سے نکل رہے تھے میں نے اور میرے ساتھی نے ان کو گھیر لیا پھر میں نے عرض کی کہ اے ابوعبدالرحمٰن (یہ ان کی کنیت ہے) کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور علم بھی سیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں اور یہ امر مستانف اور جدید ہے یعنی تقدیر میں پہلے کچھ نہیں ہو چکا (بلکہ لوگ پہلے کام کرتے ہیں پھر وہ لکھے جاتے ہیں) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا جب ان سے ملاقات ہو تو ان کو کہہ دینا میں ان سے اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ اور وہ بات جو حضرت عبداللہ بن عمر قسمیہ بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو وہ قبول نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اچھی اور بری تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ حدیث بیان کرنے لگے۔ اور فرمایا کہ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نمودار ہوا۔ جس کا لباس نہایت سفید کپڑوں پر مشتمل اور بال نہایت سیاہ (اور چمکدار تھے) اس شخص پر نہ تو سفر کی کوئی علامت تھی (کہ اس کو کوئی مسافر اجنبی شخص سمجھا جاتا) اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا (جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ کوئی کسی کا مہمان یا مقامی شخص بھی نہیں تھا) یہاں تک کہ وہ شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر بیٹھ گیا کہ آپ کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا لیے اس کے بعد اس نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور قیامت کے دن کو دل سے مانو، اور اس بات کا یقین رکھو کہ بھلا برا جو کچھ پیش آتا ہے وہ سب تقدیر کے مطابق ہے۔'' پھر بولا اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اسلام یہ کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور نماز پابندی سے ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا اور بیت اللہ شریف کا حج کرنا اور رمضان مبارک کے روزے رکھنا۔ پھر اس نے پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر ایسا ممکن نہ ہو (یعنی اتنا حضور قلب میسر نہ ہو سکے) تو پھر (یہ دھیان میں رکھو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے راوی کا بیان ہے کو وہ شخص ہر دفعہ پوچھنے کے بعد کہتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس (تضاد) پر ہمیں تعجب ہوا کہ یہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا ہے اور پھر خود ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی کرتا ہے (جیسے اس کو ان باتوں کا پہلے سے علم ہو) پھر اس نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ یعنی قیامت کے بارے میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں ہے پھر اس نے کہا اچھا اس کی علامتیں کیا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''لونڈی اپنے آقا اور مربی کو جنے گی، ننگے پاؤں، ننگے جسم والے مفلس وفقیر اور بکریاں چرانے والوں کو تم عالی شان مکانات میں فخر وغرور کی زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھو گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر رسولِ اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم سے تین دن کے بعد ملاقات ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی مجھ سے پوچھا عمر جانتے ہو۔ سوالات کرنے والا وہ شخص کون تھا۔ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو (اس طریقے سے) تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

تشریح:

اس حدیث کے شروع میں تقدیر پر ایمان لانے کا ذکر ہے۔ یعنی وجودِ ایمان کے لیے یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ بندوں کے تمام اعمال خواہ اچھے ہوں یا برے ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لوحِ محفوظ میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ بندہ جو عمل بھی کرتا ہے وہ خدا کے علم واندازہ کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے سب چیزوں کا پورا علم ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کی دولت عطا کر کے اس کے سامنے نیکی وبدی دونوں راستے واضح کردیئے اور ان پر چلنے کا اختیار دے دیا اور آگاہ کر دیا کہ اگر نیکی کے راستے کو اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا سبب ہوگا جس پر انعام اور جزائے خیر سے نوازے جاؤ گے اور اگر کوئی برائی کا راستہ اختیار کرو گے تو یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کا باعث ہوگا۔ جس کی وجہ سے سزا اور عذاب کے مستحق قرار پاؤ گے۔ سب سے پہلے معبد جہنی نے بصرہ میں یہ بات پھیلائی کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ معاملات پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں نہیں ہوتے بلکہ جب کوئی کام یا کسی حادثہ کا وقوع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے علم میں آتا ہے۔ بالآخر حجاج بن یوسف کے زمانے میں یہ قتل کر دیا گیا۔

تقدیر پر ایمان کے بعد ایمان واسلام کی حقیقت جاننے کے لیے حدیث جبرئیل کا ذکر ہے۔ جس سے ایمان اور اسلام کے درمیان فرق بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ایمان کا تعلق تو باطن یعنی تصدیق قلبی سے ہے اور اسلام کا تعلق ظاہر یعنی اعمال اور بدنی فرمانبرداری سے ہے۔ یہ حدیث نہایت جامع اور عظیم الشان ہے۔ اس میں تمام احادیث کے مضامین کا نچوڑ اور خلاصہ موجود ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیئیس سالہ زندگی کی ہدایات وارشادات کا مغز وعطر ہے۔ دین کے تمام علوم اس حدیث میں آ گئے۔

(۱)　عقائد، یہ ایمان میں آ گئے۔

(۲)　اعمال واحکام یہ اسلام کے ضمن میں آ گئے۔

(۳)　روحانی ترقی یعنی تزکیۂ نفس اور سلوک وتصوف احسان کے ماتحت آ گئے۔

ایمان جڑ اور اسلام اس کی شاخیں ہیں۔ کیوں کہ ایمان کی رونق وتکمیل اسلام سے ہوتی ہے اور آخری مرتبہ احسان کا ہے جو بمنزلہ پھلوں کے ہے۔

احسان کے معنی ہیں اچھا کرنا، حسین بنانا، نکھارنا'' ماالاحسان؟ میں سوال سے مقصد یہ ہے کہ ایمان واسلام کی حقیقت تو معلوم ہوگئی۔ اب اس کو نکھارنے اور اچھا بنانے کی ترکیب بتا دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''**ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ**'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں اخلاص اور پورے طور متوجہ ہونے کی ترغیب ہے کہ اس تصور سے عبادت کرو کہ اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اب جب اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رویت ناممکن ہے تو ایک نہ ہونے والی چیز کا تصور کیسے ہو سکتا ہے تو اس شبہ کو ''**فان لم تکن تراہ**

فانہ یراک '' سے دور فرمادیا گیا کہ اگر چہ تم اسے نہیں دیکھتے مگر یہ تمہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھتے ہیں۔بس اسی کو دل میں جماؤ اور اس یقین کے مضبوط اور پختہ ہوجانے کے بعد دیکھتے ہی جیسی عبادت ہوگی۔کیوں کہ احسان واخلاص کا مدار ان کے دیکھنے پر ہے نہ کہ تمہارے دیکھنے پر جب اس بات کا استحضار اور پورا دھیان ہوجائے کہ اللہ رب العزت میری حرکت وسکون اور دل کے خطرات وخیالات کو دیکھ رہے ہیں تو اخلاص کی دولت حاصل ہوجاتی ہے۔حاصل یہ کہ عبادت اس طرح کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو یعنی اگر بالفرض تم دیکھتے ہوتے تو کیا کرتے۔جس طرح اس وقت کرتے ۔اسی طرح اب بھی بغیر دیکھے کرو۔اس لیے کہ اگر چہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے لیکن وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے اور اصل مدار تمہارے دیکھنے پر نہیں بلکہ اس کے دیکھنے پر ہے پھر آخر حدیث میں قیامت کی علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا:''**ان تلد الامة ربتها** '' کہ لونڈی اپنے مالک اور مربی کو جنے گی۔اس جملہ کی شرح میں مختلف اقوال ہیں۔سب سے راجح اور قوی تر قول یہ ہے کہ قیامت کے قریب حالات اس قدر بدل جائیں گے کہ مربی اپنے تربیت یافتہ کے ماتحت ہوجائیں گے اور چھوٹے بڑوں کا احترام نہیں کریں گے۔دوسرا قول یہ ہے کہ اولاد اپنے ماں باپ کی نافرمان ہوجائے گی۔ماں باپ کو ڈانٹ ڈپٹ کرے گی اور ان پر حکومت کرے گی۔تیسرا قول یہ ہے کہ قیامت کے قریب حالات اتنے خراب ہوجائیں گے کہ لوگ حلال وحرام اور جائز وناجائز کی پروانہیں کریں گے اور اُم ولد کی بیع کریں گے کہ وہ یکے بعد دیگرے مختلف خریداروں کے قبضہ میں جائے گی۔یہاں تک کہ اس کا لڑکا جو اپنے باپ کی جگہ مالک ہوا ہے وہ اس اُم کو خریدے گا اور بھی کئی اقوال ہیں لیکن پہلا اور دوسرا قول اکثر کے نزدیک راجح ہے۔

حدیث کے آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا''**فلقنی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعدذلک بثلاث الخ** '' کہ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تین دن کے بعد بتایا کہ وہ جبرئیل ہے۔

اشکال:

ایک روایت میں ہے کہ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اس کو واپس لاؤ لوگ گئے لیکن وہاں کسی کو نہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا۔وہ جبرئیل تھے جو لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے۔تو یہ بظاہر تعارض ہے کیوں کہ یہاں تین دن کا ذکر ہے۔

جواب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت گھر چلے گئے۔دوسرے صحابہ کو اسی وقت بتلا دیا۔حضرت عمر تین دن کے بعد آئے تو ان کو بتادیا یا کسی دوسری مشغولیت کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جلدی نہ بتا سکے۔تین دن بعد بات سامنے آ گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتلا دیا۔

☆☆☆